معاشرے کی اصلاح وبگاڑ پر مالی رویوں کے اثرات

(پہلی قسط)

مولانا محمد طفیل کوہاٹی
مدیر ندوۃ التحقیق الاسلامی، کوہاٹ

اسلام ایک جامع اور ہمہ گیر ضابطۂ حیات ہے، اس نے انفرادی اور اجتماعی زندگی کے ہمہ پہلوؤں کے لیے زریں ہدایات پیش کی ہیں۔ دنیا میں انسان کے مالی حاصلات سے متعلق بھی اسلام نے مفصل ہدایات دی ہیں، جن کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی ضروریات کی تکمیل کے لیے ''مال'' بطور وسیلہ وانعام عطا فرمایا ہے۔ قرآن مجید نے مال کی اس حیثیت کو ''جَعَلَ اللّٰہُ لَکُمْ قِیَامًا '' سے تعبیر کرکے واضح کیا ہے کہ مال انسانی معاش اور عالم انسانی کے قیام کا ذریعہ ہے۔ اسی وجہ سے اس کی طلب کو ''فریضۃ بعد الفریضۃ '' (فرائض کے بعد فریضہ) کہا گیا ہے اور اس کے لیے کی جانے والی سعی اور کوشش ''عبادت'' بتلائی گئی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے: ''نعما بالمال الصالح للرجل الصالح '' (مشکوۃ) یعنی ''نیک آدمی کے لیے اچھا اور پاکیزہ مال بہترین متاعِ حیات ہے۔'' اسی طرح نصوص (قرآن کی آیات اور احادیث) میں تجارت کے لیے ''فضل اللّٰہ '' (اللہ کا فضل) خوراک کے لیے ''الطیبات من الرزق '' (کھانے کی پاکیزہ چیزیں)، لباس کے لیے ''زینۃ اللّٰہ '' (اللہ کی زینت)، رہائش کے لیے ''سکن '' (سکون کی جگہ) اور اموال کے لیے ''خیر '' (بھلائی) جیسے احترامی القاب استعمال کیے گئے ہیں اور مال ودولت کی حفاظت کا بھرپور داعیہ بھی دلوں میں پیدا کیا گیا ہے، یہاں تک کہ اگر مال کی حفاظت کے لیے جان کا قیمتی سرمایہ پیش کرنے کی نوبت بھی آجائے تو اسے نہ صرف گوارا کیا گیا ہے، بلکہ ایسے شخص کو شہادت کے اجر کی خوشخبری بھی سنائی گئی ہے۔ ان تمام ارشادات سے اسلام کی نظر میں مال کا تصور ایک محبوب ومطلوب چیز کی شکل میں سامنے آتا ہے۔

لیکن جب ہم غور کرتے ہیں تو ہمیں اسلامی لٹریچر میں دنیا اور دنیاوی مال کے لیے ''متاع الغرور، فتنۃ '' اور ''لعب و لھو '' کے الفاظ بھی ملتے ہیں، نیز ڈھیروں روایات میں مال ودنیا کی مذمت اور اس کی محبت پر اُخروی عذاب کی وعیدیں آئی ہیں، جن سے مال کا ایک بھیانک تصور سامنے آتا ہے۔ کوتاہ نظری اس

موقع پر تضاد کا شبہ بھی پیدا کرسکتی ہے، لیکن Nرجائزہ لینے پر واضح ہوتا ہے کہ اسلام کی نظر میں تمام تر مالی وسائلِ معاش وانتظامِ عالم کے محض ذرائع اور انسانی راہ گزر کے مرحلے ہیں، اس کی اصل منزل درحقیقت ''مال و دولت'' سے آگے کردار کی بلندی اور اس کے نتیجے میں آخرت کی بہبود ہے، انسان کا اصل مسئلہ اور اس کی زندگی کا بنیادی مقصد انہی دو مقاصد کی تحصیل ہے، لیکن چونکہ ان منزلوں کو شاہراہِ دنیا سے گزرے بغیر حاصل نہیں کیا جاسکتا، اس لیے مال کا حصول بھی انسان کے لیے ضروری ہوجاتا ہے، لہٰذا جب تک مال انسان کی اصلی منزل کے لیے راہ گزر کا کام دے، تو وہ فضل اللّٰہ، خیر اور زینۃ اللّٰہ ہے، لیکن جہاں انسان اس راہ گزر کی بھول بھلیوں میں اُلجھ کر رہ جائے اور اس پر اپنی اصل منزلِ مقصود کو قربان کرڈالے یا بالفاظِ دیگر مال ہی منزلِ مقصود بنالے تو یہی مالی وسائل ''متاع الغرور، فتنۃ'' اور ''لعب و لھو'' بن جاتے ہیں۔

اسی تناظر میں انسان اور مال کا باہمی تعلق ''کسب'' بتلایا گیا ہے، یعنی انسان مال کا مالک نہیں، بلکہ محض ''کاسب'' (کمانے والا) ہے، جہاں کہیں اس کی ملکیت کا ذکر ہے وہ ملک حقیقی نہیں، بلکہ عطائی ہے اور انسان کے پاس بطور نائب اور خلیفہ مال میں وقتی اور عارضی تصرف کا اختیار ہے، جسے استعمال کرنے میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو حدود وقیود کا پابند بنایا ہے۔ اس مختصر سے تجزیے سے اسلام کی نظر میں مال کی حیثیت پوری وضاحت سے سامنے آجاتی ہے کہ نہ تو مال شجرِ ممنوعہ ہے کہ اس کے ساتھ راہبانہ رویہ برتا جائے اور نہ ہی مقصدِ زندگی کہ اس کی پوجاپاٹ میں ساری قوتیں صرف کرلی جائیں، بلکہ یہ کارگاہِ حیات کی ایک ضرورت ہے، جس کے حصول وصرف میں خداوندِ کریم کے احکامات کو پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے۔

مال اور معاشرتی رویے

انسانی معاشرت میں مال کے ساتھ کیا رویہ برتا گیا ہے اور اس کے معاشرے کی اصلاح و بگاڑ پر کیا اثرات مرتب ہوئے ہیں، ذیل میں انہی امور کا مختصر جائزہ پیشِ خدمت ہے۔ اسلام نے مال سے متعلق معاشرے میں اساسی طور پر تین رویوں کی نشاندہی کی ہے:

پہلے رویے کو قرآن مجید نے ''بخل وشُح'' سے تعبیر کیا ہے۔

دوسرے رویے کے لیے ''إسراف وتبذیر'' کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔

جب کہ تیسرے رویے کو ''اقتصاد'' اور ''إنفاق'' کہا ہے۔

اسلام نے ان میں سے پہلے دو رویوں کو منفی قرار دے کر ان کی خوب مذمت کی ہے، اپنے پیروؤں کو ان سے بچنے کی تاکید کی ہے اور اس کے لیے ترغیب وترہیب ہر دو پہلوؤں سے کام لیا ہے، جبکہ تیسرے رویے کو محمود ومطلوب بتلایا ہے اور اسے برتنے پر دنیا وآخرت کے انعامات کے وعدے کیے ہیں۔ یہ بات پیشِ نظر رہے کہ اسلام کی نظر میں معاشرے کے بگاڑ اور فساد کی بنیاد پہلے دو رویے

ہیں اور تیسرا رویہ ہی اس بگاڑ کی اصلاح کا کارنامہ سرانجام دے سکتا ہے، لہٰذا ذیل میں ان رویوں کا مختصر جائزہ اور اقتصاد وانفاق کے ذریعے معاشرتی بگاڑ کی اصلاح کے طریقوں پر روشنی ڈالتے ہیں۔

بخل وشُح

اسلام نے مال کی محبتِ عقلی کو برائی کی جڑ قرار دیا ہے۔ ''بخل وشح'' کا رویہ حبِ مال کا مظہر ہے۔ بخل اپنے ذاتی سرمائے سے واجب اخراجات کو روکنے کا نام ہے۔ قرآن مجید نے تنبیہ کی ہے کہ مال بچانے کی یہ روش شر کا پیش خیمہ ہے، اسے جو لوگ اپنی معاشی ترقی کا سبب تصور کرتے ہیں وہ دھوکے میں ہیں اور اس راز سے بروز قیامت پردہ اُٹھ جائے گا۔ ارشادِ خداوندی ہے:

''وَ لَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔'' (آل عمران:۱۸۰)

ترجمہ: ''اور وہ لوگ جو اس چیز (کے خرچ کرنے) میں بخل کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنی عنایت سے انہیں دے رکھی ہے، وہ خیال نہ کریں کہ (یہ بخل) ان کے لیے بہتر ہے بلکہ یہ ان کے لیے بہت برا ہے، جس (مال) میں وہ (آج) کنجوسی کررہے ہیں یقیناً قیامت کے دن اسی کے طوق ان کے (گلوں میں) ڈالے جائیں گے۔''

احادیث مبارکہ میں بخل کو کفار کا شیوہ، دین بیزاری، خبثِ باطن اور جہنم کے عذاب کا سبب قرار دیا گیا ہے اور بتلایا گیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس رویّے سے اللہ کی پناہ مانگا کرتے تھے۔

بخل سے قریب تر رویہ ''شُحّ'' ہے۔ ''شُحّ'' اس باطنی بیماری کا نام ہے کہ انسان اپنے مالی وسائل سے کبھی سیر نہ ہو اور وہ اپنی پوری توانائی اس پر صرف کردے کہ کسی طرح دوسروں کے مالی وسائل اس کے قبضہ میں آجائیں۔ قرآن مجید نے واضح کیا ہے کہ حقیقی کامیابی سے وہی شخص ہمکنار ہوسکتا ہے جو ''شُحّ'' کے رویے سے پوری طرح پاک ہو، لہٰذا جذبۂ ''شُحّ'' سے مغلوب شخص اسلام کی نظر میں ہرگز کامیاب نہیں، کیونکہ ''شُحّ'' وہ رویہ ہے جو انسان کو ہوسِ مال اور حرصِ اقتدار کی راہ سجھاتا ہے اور اسے ظلم وتعدی پر آمادہ کرتا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

''واتقوا الشُّحَّ فإن الشُّحَّ يهلک من کان قبلکم، حملهم علٰی أن سفکوا دمائهم واستحلوا محارمهم.'' (مسلم)

ترجمہ: ''شُحّ'' سے بچو، پس بے شک ''شُحّ'' نے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کیا، انہیں خون بہانے اور عزتیں پامال کرنے پر برانگیختہ کیا۔''

''شُحّ'' کے اس مختصر تجزیہ سے واضح ہوتا ہے کہ آج ترقی یافتہ اور مہذب کہلانے والے

انسانی معاشروں میں اپنی دولت وثروت بڑھانے کے لیے جاری رسہ کشی اور مکروہ اقدامات کے پیچھے یہی جذبہ کارفرما ہے، مثلاً:

۱:-''شُــــحّ'' کی باطنی بیماری کے بسببِ تجارت کے نام پر سٹہ، لاٹری، قمار اور غرر کی گرم بازاری ہے اور اس عنوان سے بے تحاشا دولت لوٹی جارہی ہے۔

۲:-''هــل مــن مــزيــد'' کے اس نظریے نے سود کی مختلف شکلوں کو رواج دے کر اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اعلانیہ جنگ کے دروازے کھولے ہیں۔ سود کا ایک ذرہ کھانا اپنی ماں کے ساتھ چھتیس مرتبہ بدکاری سے بدتر بتلایا گیا، اور اس میں ملوث ہر فرد پر لعنت کی گئی ہے۔

۳:-زیادہ سے زیادہ مال جمع کرنے کی سوچ نے محض مالی نفع کے لیے نشہ آور، مضرِ صحت اور مخربِ اخلاق چیزوں کے وسیع پیمانے پر کاروبار، بلکہ مالی وسائل میں اضافے کے لیے عزت وآبرو تک کی سودے بازی کو جواز بخشا ہے۔ رویہ شح کے حاملین نے انسان کو تمام خدائی اور اخلاقی پابندیوں سے بغاوت پر آمادہ کرکے اسے یہ راستہ سجھایا ہے کہ وہ معاشرے کا ترقی یافتہ اور کامیاب فرد تبھی کہلا سکتا ہے، جب مالی وسائل میں اضافہ کرے، چاہے یہ سینما کھول کر ممکن ہو، نیم برہنگی کے ساتھ فلمیں بنانے، طوائف بننے یا ہیروئن اور شراب کا کاروبار کرکے ممکن ہو، بس مقصد یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ مال بٹورا جائے۔

۴:-آج عالمی سطح پر احتکار و ادخار (ذخیرہ اندوزی) کے ذریعے پیدا کردہ مصنوعی بحران بھی اس رویے کا نتیجہ ہیں۔ دنیا کی بڑی آبادی پانی کو ترس رہی ہے، لیکن منرل واٹر کی لاکھوں بوتلیں اس لیے سمندر برد ہورہی ہیں کہ ان کی مارکیٹ ویلیو میں کمی نہ آئے اور ان کی طلب، ہر حال میں رسد سے زیادہ رہے۔ بچے بنیادی خوراک اور دودھ کی کمی کے باعث مر رہے ہیں، جبکہ نیسلے کے خوراک کی پیکٹس اور دودھ کے ڈبے سمندری آلودگی کا ذریعہ بن رہے ہیں۔ یہ ''شُــحّ'' کے رویے کے مظاہر ہیں جس نے انسان کو حیوانوں سے بدتر بنادیا ہے۔

۵:-صحت وتعلیم جیسی بنیادی ضروریات کو بھی اس رویے کے حاملین نے نفع بخش صنعت کی شکل دے دی ہے اور ان پر مال بٹورنے کی روش اب کوئی عیب نہیں، بلکہ بہت بڑا کمال اور معاشرے پر احسان تصور ہوتا ہے۔

۶:-ان تمام مفاسد سے بڑھ کر کمزور اور ترقی پذیر ملکوں کے وسائل لوٹنے اور ہتھیانے کے لیے بدامنی کی خاکہ سازیاں، لوگوں کے معاشی استیصال پر مبنی نظاموں کی تشکیل، ان پر جنگوں کی تسلیط اور معاشی پابندیاں اسی رویے کے نمو اور ارتقا کے مظاہر ہیں، جن سے خطۂ ارضی کا امن وسکون تباہ اور انسانی معاشرہ اپنے بگاڑ کی انتہائی حدوں کو چھو رہا ہے۔

(جاری ہے)